

سالانہ قیمت ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشان

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔اے ایڈیٹر
ریمیو منزل وارث روڈ لاہور
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
پادری ٹی ڈبلیو جے کلارک صاحب
ایم اے ۱۸ ایمپرس روڈ لاہور مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے
اور تمام مضامین و اشتہارات
وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹر
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

جقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۵ مئی ۱۹۲۲ء	نمبر ۱۸

خود پسندی

اسکولوں میں طالب العلم ڈرائینگ سیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کی بھدی سی بنائی ہوئی تصویر کو دکھاتے پھرتے اور ایسی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا اٹلی کے مصوروں سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ خیال گذرتا ہے کہ بُت پرستی کا شروع انسان کی اسی قسم کی خاصیت سے جبکہ وہ اپنے ہاتھوں کے کاموں کو قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں سے زیادہ چاہنے لگے ہوا تھا۔ اگرچہ وہ جو کچھ بناتے تھے وہ اُن قدرت کی ساختہ چیزوں کا مثیل بناتے تھے تاہم چونکہ اُن کو اپنی صنعت سے عجیب دلچسپی اور لُطف آتا تھا تو کیا تعجب ہے کہ وہ دوسروں کو اُبھارتے ہوں کہ وہی جو تم کو مرغوب ہے۔ اسی کی حقیقت ان ہی میں ہے۔ انسان کے اس باہمی استعجاب نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ افسس کے دمیتریوس زرگر نے پولوس کی نسبت یہ الزام لگایا "کہ صرف افسس ہی میں نہیں بلکہ تقریباً تمام آسیہ میں اس پولوس نے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر قائل اور گمراہ کر دیا ہے کہ جو ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں وہ خدا نہیں ہیں" اگر ہم اس حقیقت سے واقف نہ ہوتے جس کا نقشہ انجیل میں کھینچا گیا ہے تو آج مسٹر گاندھی کو فوق الفطرت انسان مان لیا جاتا جیسے کہ بعض نے نہ صرف عوام الناس میں سے بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں میں سے جنہوں نے دیدہ دانستہ یہ جانتے ہوئے کہ مسٹر گاندھی نے مسیحیت کی تعلیم کا بُرقع اوڑھا ہوا ہے۔ اُس کی نسبت صدائے آفرین وتحسین بلند کی اور لوگوں کو جتایا کہ گویا یہ مسٹر گاندھی کی ذاتی اور طبعی خوبی تھی اور جو لوگ انجیل کی تعلیم سے ناواقف تھے خواہ اُن پڑھے یا کہ دنیاوی تعلیم پائے ہوئے وہ ضرور گرویدہ گاندھی کے معتقد بھی ہو گئے۔ اور چونکہ مسٹر گاندھی کی ذات کی نسبت جو کچھ درپردہ ہو اُسکا علم ہم کو نہیں۔ اس لئے کوئی شخص جو تہذیب کا دم بھرتا ہو وہ نہ صرف مسٹر گاندھی کی نسبت بلکہ کسی پیشوائے قوم کی نسبت کچھ نہ کہیگا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نور افشان میں جو اس امر یعنی حالات حاضرہ کی نسبت کچھ لکھنے کی تحریک کی گئی کچھ کم توجہ ہوئی ہے۔ اگر قرآن شریف میں بائبل کے اقتباسات نہ ہوتے اور پیغمبر قادیان مخالفوں کی سرزنش پر صبر سے برداشت نہ کرتا تو آج مہدی و مرزائی صاحبان کا وجود نہ ہوتا۔ جو کچھ کوئی بنا تو اسی ڈھنگ سے بنا کہ اول نے بائبل سے کچھ جانا اور بعد ازاں

کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

کی نوبت پہنچی۔ مگر حقیقت الامر یہ ہے کہ محض

تعلیم کے بُرقعہ ہی سے گو ناواقف لوگوں میں کچھ کام چل پڑتا ہے مگر سالکان طریق حقیقت پر سب کچھ ہویدا ہوجاتا ہے۔ یہ پانی کے مٹکے جن میں دو دو تین تین من کی سمائی ہو وہ محض پانی کا پانی ہیں اور جن یورپ کے لوگوں کو مسٹر گاندھی سے ہمدردی تھی وہ اسی بنا پر تھی کہ شاید کوئی وقت آویگا کہ وہ پانی مے بن جاویگا۔ اور ممکن ہے کہ خود مسٹر گاندھی نے بھی ازراہ پیش بندی مسیحیت کی تعلیم گاہ کو اپنی پناہ گاہ بنایا ہو۔ پر دلوں کا حال کون جانتا ہے۔ سوا اُس کے جو پانی کو مے بنا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے سائل سے ناواقف یہ جواب دیویں کہ جو شخص مے سے نفرت رکھتا ہے۔ وہ کیونکر مے بنانے والے کو مان سکتا ہے مگر اس کی بحث اس مختصر میں نہیں ہو سکتی۔ راقم کا اشارہ اور ہے کہ خود یہودیوں کو مسیح نے کہا تھا کہ یا تو درخت کو بُرا کہو اور اُس کے پھل کو بھی بُرا۔ کیونکہ وہ مسیح کے کلام کی بابت تو کہتے تھے کہ اس شخص کی مانند ہرگز کسی نے کلام نہیں کیا تاہم خود مسیح یسوع سے اُن کے دل میں عناد تھا اور سار العجیب یہی ہے کہ یسوع مسیح ایک پاک شخص کو کوئی اپنے دل میں قبول کر نہیں سکتا اور نہ اپنے دل میں جگہ دے سکتا ہے۔ جب تک کہ اُس پر ایمان نہ لاوے اور ایمان سے اُس کا دل پاک نہ ہو جاوے۔ محض اُس کی تعلیم کو لے لینا اور خود تعلیم کو رد کرنے سے حقیقی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ۳۵ برس سے میں ہندوستان کے لوگوں کو ایک سخت غلطی میں مبتلا دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ نیکی کرکے دُکھ سہنا فضیلت ہے نہ کہ بدی کرکے۔

اس زمانہ کے ہندوستانی لوگ جو مسیح یسوع کو قبول کرنا نہیں چاہتے وہ عدم تشدد وغیرہ سزا کی برداشت کو نیک عمل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ خود یسوع مسیح نے نمونہ دیا۔ جب وہ عدالت میں کھڑا تھا اور کہا کہ اگر یہ اختیار (حاکم) تجھ کو اوپر سے نہ دیا جاتا تو مجھ پر تیرا کچھ اختیار نہ ہوتا۔ جنابن جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خُدا کے مقرری انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں وہ آپ ہی سزا پاوینگے۔

راقم۔ ایک حقیقت شناس۔

ہری داسی

دوسرا باب

اپنے خاوند کے گھر جانے سے پانچ سال کے اندر ہری داسی کے دو لڑکے ہوئے۔ لڑکوں کی کھیر چٹائی کے وقت رامیشور اپنے داماد کے گھر گیا تھا اور ہری داسی بھی دو دفعہ اپنے میکے میں گئی تھی۔ لیکن اب اس کا میکے جانا مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کی مالکہ تھی۔ ہرندر کمار تو کماتا تھا۔ مگر گھر چلانے کا سارا بندوبست ہری داسی کے ہاتھ میں تھا۔ اگر وہ ایک دن نہ گھر میں رہتی تو گھر کا کام بگڑ جاتا تھا۔

ہرندر کمار کی آمدنی برابر بڑھتی گئی اور وکیلوں میں وہ بڑا نامی وکیل ہوا۔ اُس کا چال چلن بہت اچھا تھا۔ اب بہت لوگ اُس کی عزت کرتے تھے۔ وکالت کے سوا وہ کئی ایک سرکاری کام بھی کرتا تھا۔ وہ میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ تھا اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ اور ہتکاری سبھا کا سیکرٹری تھا۔ اگر کوئی جلسہ ہوتا تھا تو اکثر وہی اس جلسہ کا میر مجلس مقرر کیا جاتا تھا۔ شہر کی بھلائی کے کام میں وہ سب سے زیادہ حصہ لیتا تھا اور اس کے سوائے کوئی کام تکمیل تک نہ پہنچتا تھا۔

ہری داسی بڑے آرام سے رہتی تھی۔ تب ایک آفت آنے کا نشان دکھائی دیا۔ ہرندر کمار بیمار پڑ گیا۔ اس کے دیکھنے کے لئے سب ڈاکٹر وید اور حکیم آئے اور اُس کے لئے نسخے لکھ لکھ کر چلے گئے۔ مگر اُس کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی۔ شہر کے سب لوگ اُس کے لئے بہت افسوس و رنج کرنے لگے۔ پورے ایک مہینے بعد اُس کی بیماری کچھ گھٹنے لگی اور چنگے ہوتے ہوتے ایک ماہ اور لگ گیا۔ تین مہینے کے بعد ہرندر کمار کو اس قدر طاقت حاصل ہو گئی کہ وہ گھر سے بیٹھک تک جا سکا۔ اُس روز اس کے دوستوں نے اور پڑوسیوں نے بڑی خوشی کی۔ ہری داسی نے بھی ست نارائن کی پوجا کرائی۔ برہمنوں کو کھلایا اور بہت کچھ خیرات کی۔

ہرندر کمار کی بیماری تو جاتی رہی۔ مگر وہ اب تک بہت کمزور تھا اور جیسا چاہئے اُس کو بھوک نہیں لگتی تھی۔ اس لئے ڈاکٹروں نے اُس سے کہا کہ کھانا کھانے سے پہلے آدھ چھٹانک برانڈی پیا کرو۔ ہرندر کمار شراب پینے سے تو ڈرتا تھا۔ مگر اب دوائی کے لئے ڈاکٹروں کے کہنے سے پینے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ بھلا چنگا ہو گیا چنگا ہونے کے بعد وہ چھ مہینے تک شراب پیتا رہا۔ پہلے تو وہ شراب پینا بُرا سمجھتا تھا۔ پر اب اُسے شراب پینے کی چاٹ پڑ گئی۔ پہلے تو وہ دن میں دو بار کھانا کھانے سے پیشتر شراب پیتا تھا۔ پر اب وہ راتکو ایک بار ایک چھٹانک شراب



نورافشان

مطبوعہ ۵ مئی سنہ ۱۹۲۲ء

سندر سنگھ مسیحی سادھو

ہم کو اپنے عزیز پیارے بھائی مسیحی سادھو سندر سنگھ کی ایک اور چٹھی ملی ہے جسے پڑھ کر ہمارا دل خوشی سے بھر گیا بلکہ اچھلنے لگا۔ اس چٹھی میں آپ کی پاک خدمات اور اس کے نتائج کا نہایت مختصر بیان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خدمت سے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ حالات کو قلمبند کرنے کا بالکل وقت نہیں ملتا ہے۔ تمام دن تقریروں اور لوگوں سے ملاقات کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ تو بھی آپ فرصت پاکر اپنے ہم وطنوں کو یاد کر کے کچھ لکھنے اور خوشخبری دینے سے باز نہیں رہتے۔ ان کی مختصر سی چٹھی میں حیرت انگیز اور تعجب خیز کامیابی کا ذکر ہے۔ خدا اپنے برگزیدہ کو عجیب و غریب طور سے استعمال کر رہا ہے وہ اپنے خادم کی معرفت یورپ کو پھر مسیحیت کی زندہ کرنے والی قدرت کے ثبوت دے رہا ہے۔ کیا ہم ہندوستان کے مسیحی اپنی دعاؤں میں سندر سنگھ کو یاد نہ کرینگے؟ کیا ہم خدا کے خادم کی دعاؤں سے مدد نہ کرینگے؟ ضرور۔ بعض اوقات ہم عرض کرتے ہیں کہ تو اپنے خادم سندر سنگھ کو تمام یورپ کو مسیح میں زندہ کرنے کیلئے استعمال کر تو اس کی پاک و مقدس زندگی میں سے اپنے آپ کو یورپ کے لوگوں پر ظاہر کر کہ وہ تجھے جانیں اور تیری پیروی کر کے تجھے عزت و جلال دیویں۔ یہ سب کچھ تو اپنے ہی بزرگ نام کے وسیلہ سے کر۔ آمین۔ ایڈیٹر

برلن۔ جرمنی۔ مورخہ یکم اپریل سنہ ۱۹۲۲ء

جناب پروفیسر صاحب۔

آداب میں نے ایک خط آپ کو یروشلم سے لکھا تھا۔ امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔ میں یروشلم سے چند ایک روز کے لئے مصر میں گیا اور وہاں سے فرانس سوئٹزرلینڈ میں پہنچا اور اس ملک میں ایک ماہ کے لئے کئی ایک جگہ میٹنگوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور جنیوا میں دو لیکچر ایک بڑے ہال میں دیئے۔ جہاں کہ لیگ آف نیشن اور صلح کی کانفرنس جمع ہوا کرتی ہے اور بہت سی جگہوں میں تو باہر میدان میں میٹنگ کرنی پڑی۔ کیونکہ ہزاروں لوگ سننے کے لئے آتے تھے۔ اور کوئی ہال یا گرجا اتنا بڑا نہیں تھا کہ جس میں اتنی بڑی جماعت آسکے۔ خدا نے بڑی برکت ان جلسوں میں بخشی ہزاروں لوگ کہتے ہیں کہ ایسی میٹنگیں پیشتر کبھی نہیں ہوئیں۔ میں سب دوستوں کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ بذریعہ دعا اس بڑے کام میں میری مدد کر رہے ہیں۔

اب میں چند ایک روز سے جرمنی میں خدمت کر رہا ہوں۔ یہاں برلن میں جو کہ جرمن کا دار الخلافہ ہے بڑی برکت ہو رہی ہے۔ آج شام کو میں اس بڑے گرجا میں وعظ کرونگا جس میں قیصر ولیم جایا کرتا تھا۔ کل میں وٹن برگ گیا تھا۔ وہاں یونیورسٹی کے طلبا کے لئے ایک لیکچر دیا اور وہ گھر جس میں لوتھر رہتا تھا دیکھا اور ایک پرانا گرجا جس میں وہ وعظ کیا کرتا تھا اور اسی میں وہ دفنایا گیا بہت عالیشان گرجا ہے۔ میں اب یہاں سے ہیمبرگ۔ ہیمبرگ۔ کیل وغیرہ ہو کر اپریل ۱۲ کو سویڈن ناروے کے لئے روانہ ہو جاؤنگا۔ اور وہاں ایک ماہ تک خدمت کر کے پھر ڈنمارک اور ہالینڈ جاؤنگا۔ دعوتیں تو بہت ملکوں سے مل رہی ہیں مگر میں زیادہ عرصہ تک ہندوستان سے غیر حاضر رہنا نہیں چاہتا ہوں امید ہے کہ انگلینڈ ہو کر ماہ اگست میں ہندوستان کے لئے روانہ ہو جاؤنگا امید ہے کہ آپ سب بخیریت ہیں۔ اکثر آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد کرتا ہوں۔ اور امید ہے کہ آپ بھی میرے لئے دعا مانگنا جاری رکھینگے۔ اب دلی سلام و آداب کے ساتھ اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ خدا اپنی بڑی برکت بخشے۔ آمین۔

آپ کا خادم مسیح میں۔
فقیر حقیر سندر سنگھ۔

ایک غور طلب خیال

تعلیم نسواں

معزز ناظرین نورافشاں۔

چند دن گذرے کہ بندہ کی ملاقات ایک صاحب سے ہوئی۔ جو کہ ایک جماعت سے تھے دوران گفتگو میں یوں فرماتے تھے کہ فی زمانہ مسئلہ تعلیم نسواں قابل توجہ ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا خیال گویا یوں تھا کہ عورتوں کا

بالکل جاہل اور اَن پڑھ رہنا ہی درست ہے صاحب نے اس کے متعلق چند قوی دلیلیں بھی پیش کیں۔ جن کو میں یہاں بیان کردں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو نسواں کافی تعلیم پانے سے فرمانبرداری اور عزت کی بو اور ادب و حیا کو اُتار کر بالا طاق رکھ دیتی ہیں اگر زیادہ دیکھا جائے تو مسیحیوں کے درمیان یہ نقص پورے طور پر اثر دکھلا رہا ہے۔ عیسائی لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ آیندہ میں بہت سی غیر مسیحی مستورات کی زندگی کو مسیح کی طرف پھیریں۔ لیکن باوجود اس کے یوں اثر نمایاں ہوتا ہے کہ مڈل پاس کر لینا تو گویا اُن کا پہلا ہائی اسکول ختم کرنا ہے۔ دوئم۔ اس کے بعد ہی والدین خیال کرتے ہیں کہ نرسنگ اور ڈاکٹری عمدہ صیغہ ہے اور اس کے اندر بھیجنے میں ذرا دریغ نہیں کرتے۔ کیونکہ بعد وہاں سے نکلنے کے کافی مقدار روپیہ کی کما سکتی ہیں۔ علاوہ اس کے اور تو کوئی ایسا محکمہ یا ذریعہ معاش اُن کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ اس محکمہ سے موجودہ زمانے میں سینکڑوں عزت داروں کی ناکیں کٹ گئیں اور عزت خاک میں مل گئی ہے۔

۲۔ موجودہ زمانے میں اگر لڑکیاں تھوڑی سی تعلیم حاصل کر لیتی ہیں تو اپنے ملک کا کھلانا پسند نہیں کرتیں۔ اگر ان کو مس صاحبہ کہا جاوے تو شان دوبالا ہے۔ صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی لڑکی انٹرنس پاس کرے تو گویا دنیا کا تمام علم حاصل کر لیتی ہے اور پھر اس کو اور زیادہ آویزہ لگا کر مس صاحبہ جی کہنا پڑتا ہے۔

۳۔ ذرا علم سیکھ لیا تو انگریزی پرستش اُن کے دماغ میں سما جاتی ہے۔ یہاں تک کہ غریب ماں و باپ اُن کو سادے کپڑے بنا دیویں تو اسکولوں میں جاکر اُن کو اپنے فیشن میں تبدیل کر لیتی ہیں۔ اور ان ہی وجوہات سے آیندہ میں جبکہ وہ مائیں ہوتی ہیں تو افلاس اُن کے گھروں سے نہیں دور ہوتی اور اُن کے بچے کافی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے اور اپنی اولاد کی زندگی کو برباد کر دیتی ہیں اور بجائے نام پیدا کرنے کے

یوں ہی یادگاری چھوڑ جاتے ہیں ؎

اس طرح جی کے بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

جو لڑکیاں کہ کم تعلیم ہوتی ہیں اپنے والدین کی ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار رہتی ہیں۔ لیکن برعکس اس کے زیادہ تعلیم والی لڑکیاں اپنے والدین کا حکم نہیں سنتی ہیں اور خود بخود دنیا میں اپنے قدم رکھنے کی کوشش اور ذریعے نکالتی ہیں۔ جن کے سبب سے والدین کے نام پر ہمیشہ دھبہ لاتی ہیں۔ بس زیادہ تعلیم لڑکیوں کے حق میں گویا بربادی ہے۔

بیشک اِن باتوں میں بہت درست تو تھیں لیکن کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

میرے خیال میں تو جتنی دماغی قوت لڑکے رکھتے ہیں اتنی ہی لڑکیاں رکھتی ہیں۔ وہ لڑکیاں جو کافی تعلیم پا لیتی ہیں اس زمانہ میں جبکہ وہ مائیں کہلاتی ہیں اپنے بچوں کو کافی تعلیم گھروں میں دیتی ہیں۔ کیونکہ بنیاد ہی پر مضبوطی منحصر ہے اور اُن کے بچے اپنے ملک کی ایک شان کے باعث ہوتے ہیں۔ جن کے نام ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ گو وہ مر بھی جاویں تس پر نام کے سبب سے جیتے رہتے ہیں۔

دوئم۔ یہ اعتراض کہ علم عورتوں کے حق میں ایک مضر چیز ہے۔ انتہا درجہ کی بے وقوفی ہے کہ اگر علم سے عورتوں کے چال چلن میں فرق آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ آدمیوں کے چال چلن میں بھی نقائص آجاویں۔ پر یہ نقائص صرف عورتوں کے گلے نہیں مڑھے جا سکتے مرد بھی حصہ دار ہیں اگر آدمی بھلا ہے تو علم کو بھلائی میں لاویگا۔ ورنہ ناقص کاموں میں صرف کر کے دوسروں کو نقصان پہنچاویگا۔

علاوہ بریں عورت کو بمقابلہ مرد کے ایک اور لحاظ سے علم کی زیادہ تر ضرورت نظر پڑتی ہے یعنے ضعیف العمری میں جبکہ اس کے پاس کوئی جسمانی ذریعہ خوبصورتی یا طاقت وغیرہ کا نہیں رہتا تو وہ علم یافتہ ہونے کے سبب سے اپنی دماغی خوبصورتی سے نئی روشنی والوں کو روشنی پہنچانے کا کام کر سکتی ہے

تعلیم نسواں نہ ہونے کے سبب سے اپنی قوم کا آدھا حصہ تاریک رہتا ہے قوم کی ترقی ہائیں ہیں جس قوم میں نسواں علم یافتہ نہیں اس کی بہبودی غیر ممکن ہے۔ بلکہ ہزاروں دقتیں پیش آتی ہیں۔ کیونکہ مائیں ہی بچپن میں بچوں کے دلوں کو مضبوط بناتی ہیں تاکہ وقت پڑے تو اپنے مذہب اور ملک کے واسطے جان بھی دینے سے انکار نہ کریں۔

صحبت نیکاں ہے مشک ایسے نیک بو
راحت جانِ جہاں ہے جس کی بو

پاتے ہیں وہ دانش و علم و کمال
نیک صحبت کی ہے جن کو جستجو

از خاکسار - ایس - ایم - والڈن - وکل
سی ایم - ایس - میرٹھ

ڈاکٹر جے سی - آر یوئنگ
اور
وطن مالوفہ کو واپسی

اہل امریکہ نے ملک ہند پر عموماً اور پنجاب پر خصوصاً جو احسان کئے ان میں سے ایک احسان بلکہ بڑا احسان خود ڈاکٹر یوئنگ کی ذات و شخصیت ہے - جنہوں نے خود اپنی زندگی کی خدمات کے لئے ملک ہند کو پسند کیا اور مشن نے آپ کو پنجاب کے دار الخلافہ لاہور میں رکھا - کہ اس شہر و صوبہ کو اپنی زندگی کی پاک و طویل و ضروری خدمات سے مالامال کریں - اس اعتبار سے ڈاکٹر یوئنگ امریکہ میں پیدا شدہ پنجابی ہیں - جنہوں نے اپنی تمام قوت و طاقت پنجابیوں کی تعلیم و تربیت میں ایک سرگرم و قوم پرست پنجابی سے بڑھ چڑھ کر خرچ کر دی - اپنی زندگی کی قوتوں کو اور لیاقتوں کو اپنی تمام خوبیوں کو اور قابلیتوں کو پنجابی بچوں کی خالی و کمزور زندگیوں میں بھر بھر کر آپ کو خالی کر لیا - اگر آج کے دن پنجاب کے سرکاری محکموں کے کارکنوں کو دیکھا جائے اگر آج کے دن پنجاب کے تجاروں کو دیکھا جائے - اگر آج کے دن پنجاب کے قوم پرستوں کو دیکھا جائے اگر آج کے دن ڈاکٹر یوئنگ کی زندگی کے اثر کا اندازہ کیا جائے تو پنجابیوں کی زندگی کے ہر صیغہ میں ڈاکٹر یوئنگ کا نام پہلے نکلیگا -

آپ ساون کی گھٹا کی مثل زندگی کی تمام قوتوں سے لبریز ہو کر ملک ہند میں تشریف لائے اور سالہا سال تک پنجاب میں برستے برستے خالی ہو کر اب پھر اپنے عزیز وطن کو تشریف لے جاتے ہیں تاکہ اُنہیں پھر زندگی کی صحت و بھرپوری ملے - خدا ایسا ہی کرے - آپ نے خداوند مسیح میں آپ کو قربان کر دیا - آپ کی قربانی کی یادگار ابدی ہے آجکل ہم لوگ مسٹر گاندھی کو قربانی کہنے لگے ہیں - اگر مسٹر گاندھی قربانی ہو تو ڈاکٹر یوئنگ کفارہ ہے آپ کی قربانی نے ہند میں صرف ایک مسٹر گاندھی پیدا نہیں کیا پر ہزاروں مسٹر گاندھی پیدا کئے ہیں جو آج کے دن جیل خانوں اور کونسلوں کا جلال ہیں - پنجاب کو اگر آج کے دن کسی بات میں امتیاز حاصل ہو تو اُس میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے آپ خواہ ہمیں چھوڑنے پر مجبور ہوں - مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ آپ ہم سے جدا ہو سکتے ہیں - اور نہ ہم آپ سے - آپ ہم میں اور ہم آپ میں ہمیشہ جیتے رہینگے خدا سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو پوری صحت بخش کر پھر پنجاب میں لائے - آمین - ہم پنجابی امریکہ کے ایسے لائق فرزند کو ہمیشہ سر پر اُٹھانے کے لئے تیار ہیں

بیت الحم

بیت الحم گاؤں واقعہ ضلع منٹگمری کا ذکر اکثر کانوں سے سُنا تھا - مگر آنکھوں نے ابھی تک دیکھنے کا موقع نہ پایا تھا - خواہش تھی کہ اگر زندگی رہی تو کسی دن ہو تے آئینگے - یہ مبارک روز بروز سنیچر ۱۲ مارچ سنہ حال کو طلوع ہوا - جبکہ زائروں کی ایک جماعت زیر انتظام مس سرکار صاحبہ کنیئرڈ کالج جمع ہوئی اور جس میں بندہ کو شمولیت کا فخر حاصل ہوا - اس جماعت میں علاوہ بارہ کنیئرڈ کالج کی طالبات اور چار استانیوں کے اور خواتین بھی شامل تھیں مردوں کی تعداد مقابلتہً بہت قلیل تھی سنیچر کے روز ساڑھے دس بجے کی گاڑی سے روانہ ہوئے - مس سرکار صاحبہ کی کوشش سے ایک خانہ ریزرو کیا گیا تھا - سب کے سب اس میں سوار ہوئے - ریل کا سفر خوب رونق دار رہا - دو بجے دوپہر وان رادھارام کے اسٹیشن پر اُترے - اس سفر میں یہ آخری اسٹیشن ہے چند گھنٹے ویٹنگ روم میں قیام کیا - گرمی بہت شدت کی تھی - اور مکھیوں کی کثرت مصر کی دبا یاد دلاتی تھی - چار بجے کے بعد یکوں پر سوار ہو کر گاؤں کی طرف روانہ ہوئے - ایک تو سڑک کچی اور - اُس پر گردے کا طوفان - خوب جھکولے کھائے - کبھی ادھر لپٹ کبھی اُدھر پٹ - باوجود ان ہچکولوں کے سفر خوشگوار تھا - وان رادھارام سے بیت الحم تک نو میل کا فاصلہ ہے - سات بجے کے قریب گاؤں پہنچے جہاں پادری جیمس ولیمز اور پادری پریم چند صاحب اور دیگر بھائی استقبال کے لئے موجود تھے - رہائش کا انتظام مشن کی کوٹھی اور لڑکیوں کے سکول میں کیا گیا - یہ دونوں کھلے ہوادار مکان تھے -

پہنچنے کے آدھ گھنٹے بعد گاؤں والوں کی روزمرہ شام کی عبادت شروع ہوئی جس میں تمام شریک ہوئے - عبادت بالکل دیہاتی طرز پر کی جاتی ہے - لوگ چٹائیاں بچھا کر زمین پر بیٹھتے ہیں اور پادری صاحب ایک طرف میز کرسی لگائے عبادت کراتے ہیں -

پہلے آدھ گھنٹے تک زبور اور بھجن وغیرہ گائے جاتے ہیں جس کے ساتھ ڈھولک نہایت عمدہ تال دیتی ہے۔ بعد ازاں پادری صاحب دعا کے بعد درس دیتے ہیں اور پھر جماعت میں سے دو یا تین اشخاص جو چاہیں دعا مانگتے ہیں جس کے بعد برکت کے کلمے پڑھ کر عبادت ختم ہوتی ہے۔ اس سادہ عبادت سے ہم بہت متاثر ہوئے۔

دوسرے روز اتوار کو حسب معمول سنڈے سکول ہوا۔ جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ سبق دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو مس سنگھا صاحبہ (کینیڈ کالج) نے درس فرمایا۔ اور لڑکوں کی جانب مسٹر وکٹر فضل اور راقم سطور نے رخ کیا۔ اس کے بعد ۱۰ بجے عام عبادت ہوئی جس میں مسٹر کننگ نے وعظ فرمایا۔ آپ نے چیدہ الفاظ میں بے پھل انجیر کے درخت کی تمثیل لے کر بیان کیا

اور فرمایا کہ بیت الحم کی کلیسیا ایک نوخیز انجیر کے درخت کی مانند ہے۔ جو نشو و نما پاکر جلد پھل لانے والی ہوگی۔ اور آگاہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ کلیسیا کا درخت بڑا ہو جائے تو بار آوری سے خالی ہو اور خداوند مسیح کی پھٹکار اس پر پڑے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہم سب کو اس کلیسیا سے بہت پھل کی امید ہے اور دعا کی کہ ایسا پھل یہ کلیسیا بکثرت پیدا کرے

دوپہر کو گاؤں میں مختلف جگہ کی سیر کی۔ اول کھڈیوں کا کام۔ کھڈیوں کے ذریعے تولیے۔ دریاں وغیرہ نہایت عمدگی سے بنائی جاتی ہیں۔ مگر تاہم ترقی کی گنجائش کافی ہے۔

دوم ہسپتال۔ تاہنوز کوئی باقاعدہ ہسپتال جاری نہیں۔ لیکن امید کی جاتی ہے کہ جلدی ایک مشن کے شفاخانہ کا انتظام کیا جائے

سوم سکول۔ گاؤں میں تعلیم عام ہے۔ اور طالب علموں کی تعداد کافی ہے۔ استاد محنتی ہیں۔ عمارتیں ابھی تک کچی ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ پکی تعمیر ہو جائینگی۔

چہارم۔ بنک۔ ایک کوآپریٹو بنک گاؤں کی امداد کے لئے کچھ عرصہ سے جاری کیا گیا ہے لوگ اس میں بہت دلچسپی دکھا رہے ہیں۔ مفصل حالات مسٹر حسین وینیجر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ بنک کی کارروائی ایک خیمہ میں کی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ مکان کا انتظام جلد ہو جائے اس کے علاوہ گاؤں کی خوب گشت کی۔ ان دیہاتیوں کی سادہ زندگی نے ہم پر بہت اثر کیا لوگ خوشحال اور نہایت مہمان نواز ہیں اور جس طرح سے انہوں نے ہماری خاطر تواضع کی اس کے لئے ہم دل سے شکر گزار ہیں

کلیسیا سادہ ایمان والی ہے اور خداوند میں روز بروز ترقی کرتی معلوم ہوتی ہے۔ عبادت ایک نو تعمیر کردہ کچی عمارت میں کی جاتی ہے۔ لیکن گرجہ بننے کی تجویز درپیش ہے۔ اس غرض کے لئے ایک فنڈ کھولا گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ کافی روپیہ جمع ہو گیا ہے اور جلد ہی عمارت کا کام شروع ہو جائیگا۔

آخر میں ہم مس سرکار صاحبہ کے نہایت مشکور ہیں جن کے ذریعے ہم کو گاؤں کی سیر کا موقعہ ملا سفر کا تمام انتظام آپ ہی نے کیا۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ کس خوش اسلوبی سے آپ نے اس کام کو انجام دیا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کینیڈ کالج کو چھوڑ کر بیت الحم میں کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا چند اور ایسی پڑھی لکھی اور خوش مزاج خاتونوں کو ایسی ہی ہدایت کرے۔

کیا خوب ہو کہ چند مرد بھی اس کام پر آمادہ ہوں کیونکہ ایسے دیسی کام کو سوائے دیسی بہنوں اور بھائیوں کے کوئی اور اچھی طرح سے انجام نہیں دے سکتا۔ اگر سودیشی کی روح نے ہم میں کچھ بھی جگہ پائی ہے تو اس بات کو ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

نامہ نگار

مسیحی اور قومی تحریک

"مسیحی اور قومی تحریک" کا مضمون ایک مسیحی خادم الدین کی قلم سے نکلا ہے گو نور افشاں کو آپ کے تمام خیالات سے اتفاق نہیں ہے تو بھی آپ کا مضمون قابل داد ہے اس لئے آپ کا مضمون درج اخبار کیا جاتا ہے۔ قوی امید ہے کہ حقیقت شناس ناظرین میں سے کوئی نہ کوئی اس مضمون کی تشریح میں ضرور کچھ لکھیگا۔ ایڈیٹر

ہندوستانی مسیحیوں کی نسبت اکثر استفسارات کئے جاتے ہیں کہ ہند کی موجودہ قومی اور ملکی تحریک میں ہندوستانی مسیحی کس طرف ہیں اور اس تحریک کی نسبت ان کے کیا خیالات ہیں اور وہ اپنے تئیں کیا سمجھتے ہیں۔ اس وقت ہم انہی استفسارات کے جوابات کے لئے اور اپنے خیالات کی توضیح کے لئے اپنی قلم کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اگر ہمارے خیالات ناظرین کے نزدیک ترمیم پذیر ہوں

تو ایسی ترمیم کو سننے کے لئے ہم تیار بیٹھے ہیں اور عنوان بالا کے ذیل میں کچھ آزادانہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

پہلا سوال جو ہم سے پوچھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ قومی اور ملکی تحریک میں ہندوستانی مسیحیوں کا کیا فرض ہے۔ ہندوستانی مسیحی ہندوستانی ہیں اور ہند اُن کا آبائی وطن ہے۔ جس کے باعث وہ اہل ہند ہیں اور ہند کی قدیم آریہ نسلوں سے ہیں اور باقی ہندیوں کے ساتھ اُن کا خونی رشتہ ہے اور وہ درانتا بھارت سپوت ہونے کا حق رکھتے ہیں اور ہمالیہ کی سربفلک چوٹیوں اور خوشنما دریاؤں اور چٹیل میدانوں کا اُتنا ہی فخر مسیحیوں کو ہے جتنا دیگر اہل ہند کو۔ کیونکہ قومیت کے لحاظ سے تمام اہل ہند ایک ہی برادری ہیں اور ہند سب کا پیارا وطن ہے اور تمام محبان وطن اور قومی لیڈران تمام ہندوستانیوں کے پیشوا اور قائمقام ہیں اور سب کی طرف سے عزت اور توقیر کے مستحق ہیں۔ مہاتما گاندھی اور علی برادران مسٹر موتی لعل نہرو مسٹر سان سی۔ آر داس اور فخر پنجاب لالہ لاجپت رائے اور تمام اصحاب فہم اور ارباب عقل اور فدایان وطن مسیحیوں کے ویسے ہی قائمقام ہیں جیسے غیر مسیحیوں کے۔ ہم ہندوستان کو ایک بدن سمجھتے ہیں اور مسیحیوں کو اس بدن کا ایک عضو۔ وہ اس بدن سے کسی صورت میں علیحدہ نہیں سمجھے جاتے ہیں اور نہ ہی علیحدہ ہو سکتے ہیں خدا کے کلام میں یہ بات اس طرح سے الہام کی گئی ہے۔ بدن میں ایک ہی عضو نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ اگر پاؤں کہے کہ چونکہ میں ہاتھ نہیں اس لئے بدن کا نہیں تو وہ اس سبب سے بدن سے خارج تو نہیں اور اگر کان کہے چونکہ میں آنکھ نہیں اس لئے بدن کا نہیں تو وہ اس سبب سے بدن سے خارج تو نہیں (اقرن ۱۲: ۱۴-۱۶) اور اس باب کی ۲۶ آیت میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک عضو دُکھ پاتا ہے تو سارے اعضا اس کے ساتھ دُکھ پاتے ہیں پس مسیحی ہونے کے باعث مسیحی لوگ ہند کی قومیت سے علیحدہ نہیں ہو گئے۔ کیونکہ مذہب اور قومیت دو جدا جدا ہستیاں ہیں۔ کسی کا مذہب اس کی قومیت کو ہضم نہیں کر سکتا۔ ہندوستان میں کئی درجن مذاہب کے پرستار موجود ہیں جو ایک دوسرے سے سخت متضاد ہیں اور باوجود مختلف اعتقادات کے پھر بھی سب کے سب ہندی ہیں اور قومیت کی نسبت فرد واحد مذہب اور قومیت کو ملا دینا ایک سخت غلطی کا مرتکب ہوتا ہے اور بہر دو کو سخت نقصانات کے احتمال کا امکان ہے اور نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مسیحیت اہل فرنگ یا ممالک مغربی کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ مسیحیت کا آبائی وطن ایشیا ہی کا براعظم ہے اور ایشیا ہی کو مقدس سرزمین پر بنی آدم کو مسیحیت کا الہام خدا کی طرف سے ہوا اور المسیح موعود کو ایک فخر سودیشی ہونے کا بھی تھا وہ پہلے پہل اسرائیل کی کھوئی بھیڑ کے سوا کسی کے پاس بھیجا نہ گیا۔ اور ہندوستان ایشیا کا ہی ایک مہذب اور خوشنما اور دل کش مُلک ہے اور کسی نے کیا خوب کہا کہ انڈیا فار کرائسٹ اور کرائسٹ فار انڈیا مسیحی مذہب اہل یورپ کی ہند پر حکومت قائم ہونے سے بہت عرصہ پیشتر ہی ہندوستان میں قائم ہو چکا تھا اور ہند کا ایک مذہب سمجھا جاتا تھا اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسیحیت انگریزی راج کی بدولت ہند میں پھیلی۔ چین اور جاپان اور کوریا وغیرہ اور دنیا کے اور دیگر طبقوں میں جہاں کوئی مسیحی حکومت نہیں مسیحی مذہب نے بڑی سرعت اور کامیابی حاصل کی ہے مسیحیت کو کسی دنیوی طاقت اور امداد کی دنیا میں ضرورت نہیں اور نہ کسی جسمانی زور اور اسباب سے مسیحیت دنیا میں پھیلی ہے۔ کیونکہ روح القدس کی قوت کے مقابلے میں دنیا خود بخود مغلوب ہوتی جا رہی ہے مسیحی مسیحیت کا عابد ہے وہ دنیا کے کسی طبقے میں رہ کر عبادت کر سکتا ہے

جاپانی مسیحی جاپانی ہے۔ ترکی مسیحی ترکی ہے عربی۔ عربی ہے اور ہند کا مسیحی ہندی مسیحی ہے۔ اس واسطے ہندوستان کے مسیحی ملکی اور قومی تحریک میں باقی اہل ہند کے ساتھ برابری کا حصہ رکھتے ہیں اور انہیں ملکی اور قومی بہبودی میں حصہ لینا نہ صرف فرض ہی ہے بلکہ اُس سے غافل رہنا ایک سخت جرم کا ارتکاب ہے۔

دوسرا سوال ہمارے سامنے یہ ہے۔ کہ ہندی مسیحی کس قدر اس تحریک میں حصہ لے رہے ہے۔ اس وقت مسیحی ہندوستان میں چالیس لاکھ کے قریب ہیں جو ہندو اور مسلم آبادی کے بعد باقی سب فرقوں سے تعداد میں بڑھ کر ہیں اور ان میں سے قریبًا تین لاکھ مسیحی ہمارے صوبہ پنجاب میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اور یہ جماعت ترقی کے میدان میں قدم بڑھانے والی جماعت ہے اور یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے کہ بلحاظ تعلیم اوسطًا یہ جماعت سبقت لے گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جماعت موجودہ تحریک میں کس قدر حصہ لے رہی ہے۔ یہ تحریک ملک کی آزادی کے لئے شروع ہوئی ہے اُس کی ابتدا خواہ کسی طرح سے ہوئی یہ اور بات ہے۔ پر مقصد اس تحریک کا ہند کی بہتری اور بہبودی

اور آزادی ہے۔ ایک طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیحی ہی ابتداً اس تحریک کے موجد اور بانی ہیں۔ جیسا خداوند یسوع مسیح نے فرمایا کہ جو گناہ کرتا ہے وہ گناہ کا غلام ہے اور پھر یہ کہ اگر تم سچائی سے واقف ہوگے تو سچائی تم کو آزاد کریگی یوحنا ۸: ۳۲-۳۴۔

جو سچائی مہاتما گاندھی ملک میں پھیلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں سودیشی چیزوں کا رواج اور نفاذ بڑھاؤ۔ شراب کو ہند سے رخصت کرو۔ مسئلہ اچھوت کی بیخ کو ہندوستان سے اڑاؤ۔ کمزور اور حقیر اور ذلیل اور اچھوت قوموں کو چھاتی سے لگاؤ۔ اور ملک کے کمزور بازو کو مضبوط کرو۔ کیونکہ چھ کروڑ سے زیادہ آبادی وہ ہے جسے اعلیٰ طبقات کے ہندوؤں نے بہت ہی مدتوں سے گھر سے باہر پھینک دیا ہوا ہے جو ہمارے بدن کے ضروری اعضا ہیں۔ اور وہ جب تک کامل تندرست نہ ہوں ملک کی خدمت کے قابل نہیں ہیں۔ وہ اب تک ناتواں ہیں۔ ان پڑھ ہیں۔ غریب ہیں۔ پہلے ان کا علاج کرنا ضروری ہے۔ پھر ان سے خدمت لینا آسان ہوگا۔ ننگے پاؤں پتھریلی زمین میں چلنا اپنے ہی پر ظلم کرنا ہے۔ یہ وہ تحریک ہے جس کا بہت سا حصہ مسیحیوں کی ان خدمات میں شامل ہے جنکو وہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے ہند میں ادا کر رہے ہیں اور ایک حد تک مسیحیوں کو اس میں کامیابی بھی نصیب ہو چکی ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایک غیر مسیحی ہندی لیڈر کا اس اکھاڑے میں نکلنا ہندی مسیحیت کے لئے ایک نیک شگون ہے۔ اس لئے مسیحیوں کو ان خدمات میں داخل ہونا اعلیٰ ثواب کا کام ہے۔

ان باتوں کے لئے مہاتما گاندھی میں رہنمائی کرنے کی ہر ایک قابلیت پائی جاتی ہے۔ آپ شراب کے بارے میں انگریزی حکومت سے سخت ناراض ہیں۔ گو شراب کو ہندوستان میں انگریزوں نے جاری نہیں کیا۔ بلکہ پہلے سے مجلسی رسومات میں اس کا اکثر استعمال تھا۔ مگر انگریزوں نے شراب کو ترتیب دیکر اسے اپنی تجارت کا ذریعہ بنالیا۔ اس لئے انگریزی حکومت میں شراب کا اس ترتیب سے جاری رہنا حکومت پر ایک نقص عائد کرتا ہے۔ مہاتما گاندھی ملک سے شراب کی دھار کو سکھا دینا چاہتے ہیں۔ اس سے بھی اور مزید ثواب کا یہ کام تھا کہ اگر مہاتما جی تمباکو پر تھوڑا ہاتھ صاف کرتے تاکہ ملک کا کروڑہا روپیہ آگ اور دھواں کی قربانی سے محفوظ رہتا اور سودیشی رواج و نفاذ پر مسیحیوں میں بھی ہنوز اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ انگریزی نام اور لباس اور طرز رہائش ہندوستانی مسیحی کہلانے کے فخر کو کھو دیتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نئی رنگت کی قومی تحریک میں ابھی تک بہت تھوڑے بلکہ گنتی کے افراد شامل ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہیں جو دور سے کھڑے ہوکر محض تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اور فدایان وطن کی گرفتاریوں مضحکہ اڑا رہے ہیں جس کے لئے ہم پر یہ نقص عاید کیا جاتا ہے کہ مسیحی لوگ اس فرض کی عدم ادائیگی کے مجرم ہیں جو نیک سامری کی تمثیل میں ان پر ٹھہرایا گیا ہے اور کہ مسیحی لوگ انجیل کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے برابر پیار کرنے کے حکم کو نہیں مانتے اور جبکہ ہند کا ایک بڑا حصہ دکھ اٹھا رہا ہے تو مسیحی اس درد کو کیوں محسوس نہیں کرتے

تیسرا بڑا سوال ہمارے سامنے یہی ہے کہ کن وجوہات سے اس تحریک سے قدرے برطرف رہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ایک تفرقی تحریک ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو ہند کی غیر مسیحی دنیا کا ابتدائی تصور اور خطا ہے۔ جبکہ انہوں نے مسیحیت اور گورنمنٹ کو فرد واحد کی صورت میں تصور کیا۔ اور ہند کی مسیحیت کو سلطنت برطانیہ کا ایک جزو سمجھا اور جب کبھی گورنمنٹ سے اظہار ناراضگی کا واسطہ پڑا تو سب سے پہلے بیچارے مسیحیوں پر ہاتھ صاف کیا اور ان کی جائے رہائش اور عبادتخانوں کو خاک سیاہ کرنا ملکی ثواب سمجھا اور پھر جس کسی نے مسیحیت کو اختیار کیا اس کو اپنا دشمن سمجھا اور اس کے ساتھ حد درجہ کی دشمنی کا سلوک دکھایا اور گالی گلوچ اور لعن وطعن اور مارپیٹ کے سرٹیفکیٹ دیکر دائرہ قومیت سے رخصت کیا۔ جاری برتاؤ تو درکنار خالی محبت اور اخلاق سے پیش آنا بھی اپنی ہتک سمجھا اور مسیحیوں کو ذلیل اور اچھوت اور حقیر ترجان اور طرح طرح کی ہتک ان کے لئے روا رکھی مسیحیوں کو انسان سمجھا ہی نہ تھا جانوروں سے بدتر خیال کیا گیا۔ اور یہ ایک وجہ ہے کہ مسیحیوں نے بھی اپنی حقیقی اور اصلی برادری سے منہ موڑ کر غیر ملکی مسیحی برادری کا رخ کیا۔ مگر ان کا ہمارے ساتھ محض عارضی تعلق رہا۔ ان میں بھی ہم نے محض خشک پن دیکھا۔ کیونکہ جو عارضی ہو وہ حقیقت نہیں ہو سکتا۔ ادھر کانگرس والوں نے خواب میں بھی کبھی کسی لائق و قابل مسیحی کو ملکی اور قومی خدمت کے لئے دعوت نہ دی۔ بلکہ برعکس اس کے اگر کسی مسیحی میں کوئی قابلیت نظر بھی آئی تو فوراً غیر مسیحیوں کے حسد کا شکار ہو گیا اور ادھر ایجیٹیشن شروع ہو گیا۔

کہ کیوں فلاں مسیحی کو اس قابل بنایا گیا ہے۔ پنجاب کے دیہات میں جہاں عقل اور تہذیب اور شائستگی کوسوں دور ہے۔ غریب مسیحیوں پر مسیحی ہونے کے باعث سخت تشدد روا رکھے گئے اور ہزاروں غیر مسیحی ان کی ترقی اور تعلیم اور خوشحالی کے بدخواہ ہیں۔ انہی وجوہات کے باعث مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے درمیان ایک سخت جدائی کی دیوار بن گئی۔ ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان کی بیداری کے دن نزدیک ہیں سب سے پہلے اسی دیوار کا مسمار کرنا ضروری ہے اور ہند مساوات کے نیک اصول پر کاربند ہونا سوراجیہ کی پہلی منزل طے کرنا ہے تاکہ سب ہندی برادرانہ محبت اور اُلفت اور میل وملاپ اور اتحاد کے سبب ایک ہی قوم بنجاویں تاکہ ہندوستان بھی دُنیا کی دوسری اقوام کے مقابلہ میں بلحاظ دولت وحشمت اور آزادی اور حکومت خود اختیاری میں برابری کا درجہ حاصل کرے اور اہل ہند سوراجیہ کی نعمت وبرکات سے محروم نہ رہیں اور باوجود اپنی قدرتی حفاظت عنقریب دو طرفہ ہمالیہ کی اونچی دیوار اور تین طرف سمندروں کے پانیوں کی باڑ کے ہندوستان بیرونی دنیا کی غلامی میں نذر ہے اور یہ تب ہی ہوگا جب اہل ہند اپنی اخلاقی کمزوریوں کو دور کریں اور مساوات پر کاربند ہوں۔ فقط

پادری بوٹامل جنڈیالہ شیر خاں۔ ضلع شیخوپورہ

ایشیا

چٹاکانگ ۲۶ اپریل کی خبر ہے کہ خلیج میں طوفان بحری کے لپیٹے میں دس جہاز آگئے بی۔ آئی ایس۔ این کمپنی کے لیڈی ببلک نامی سٹیمر نے جو وزن میں صرف ۵۰۰۰ ٹن کا تھا بڑی دلیری اور جانفشانی سے ۱۱۱ جانوں کو بچالیا جو دس جہازوں پر سوار تھے جو برونز پیر اکیاب سے چٹاگانگ کو جاتے ہوئے طوفان کے لپیٹے میں آگئے تھے۔ لیڈی ببلک کے افسروں اور ملاحوں نے جو یہ کام جانبازی کا کیا ہے وہ ہر طرح سے تعریف وستائش کے قابل ہے

افسوس کی بات ہے کہ گذشتہ اتوار کی رات کے دو بجے کے قریب چور پروفیسر سراج الدین صاحب لاہور کی ایک گھوڑی۔ ایک گائے جو چند یوم پیشتر بیاہی گئی تھی اور دو اسی گائے کے بچے جن میں سے ایک پچھلے سال کا تھا اور ایک امسال کا چرا کرلے گئے۔ مالکوں کو صبح خبر ہوئی۔ اب تک مال کا اور چوروں کا کچھ پتہ نہیں ملا۔

جیلخانوں میں فسادات کی وارداتیں ترقی پر ہیں۔ لاہور سے ترچناپلی تک کے جیل خانے مفسدانہ کارروائیوں سے موثر ہوچکے ہیں۔ مارچ ۱۹۲۱ء کے روز راجشاہی جیل خانے کے قیدیوں نے جیل خانے سے آزادی حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ قریباً ۷۰۰ قیدی جیل سے نکل بھاگے۔ وہاں صرف ۹۵۳ قیدی قید تھے۔ ان میں سے چار نشانہ بندوق بنے باقی دوبارہ پکڑے گئے۔ ۶ اپریل ۱۹۲۱ء کے روز سراج گنج جیل خانے کے ۵۳ قیدیوں نے جیل سے آزاد ہونے کی کوشش کی۔ ۱۴ مئی ۱۹۲۱ء کے روز ترچناپلی کے جیل خانے سے فرار ہونے کیلئے قیدیوں نے سخت فساد کیا۔ جس کا نتیجہ ۹۹ ملزموں کی فراری کا ہوا اور ایک آدمی مارا بھی گیا۔ ماہ جولائی ۱۹۲۱ء میں مرزا پور جیل سے قیدی فرار ہوئے ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے روز سنٹرل جیل لاہور کے جیلر نے بہت قیدیوں نے فرار ہونے کی کوشش کی ۲۹ دسمبر ۱۹۲۱ء کے روز بریلی جیل کے قیدیوں کی آزادی کی کوشش بھی کچھ کم نہ تھی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء کے روز جو ملتان کے جیل کے قیدیوں نے کوشش کی وہ اور بھی بڑھ چڑھ کر تھی۔ ۲۵ اپریل کے روز علی پور جیل کے قیدیوں کی جنگ نے گذشتہ واقعات پر نمایاں نام پیدا کیا ہے۔

علی پور جیل کی بغاوت میں ۳ آدمی مرے۔ ۴۶ زخمی ہوکر ہسپتال میں گئے۔ ۲۴ آدمیوں کو ضرب خفیف لگی۔ جیلر اور سپرنٹنڈنٹ کو سخت چوٹیں لگی ہیں۔ ۱۹ قیدی بھاگ گئے ہیں۔ دو لاکھ روپیہ کے قریب مال کا نقصان کیا ہے۔ ملزموں نے گودام توڑ کر ہتھیار بھی لے لئے تھے۔ سب کے سب اب تک نہیں ملے ہیں۔ جیل پر افسران جیل کا اب پھر اختیار ہوگیا ہے۔ کچھ مفرور قیدی بھی پھر گرفتار کرلئے ہیں۔ یہ تمام حالات اس بات پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ جیسے لوگ باہر سے قید خانوں میں داخل ہونے کی کوششوں میں سرگرم ہیں ویسے ہی قیدی جیل خانوں سے آزاد ہونے کی کوششوں میں بے تاب ہیں۔ گورنمنٹ کو جیل خانے بھرنے سے محتاط ہونا چاہیے۔

رنگون ۲۸ اپریل کی خبر ہے کہ کوئی کھیل جب موضع سندت کے قریب دریا اراودی کے کنارے کے قریب کھدوائی کر رہا تھا تو اُسے دریا کے بیڈ میں پتھریلی ہڈیاں ملیں۔ یہ جگہ زمانہ قدیم سے راجاؤں کے ہاتھی دفنانے کی بتلائی جاتی ہے۔

پیکن ۲۷ اپریل کی خبر ہے کہ چین میں خانہ جنگی کی ابتدا ہے۔ جلد فیصلہ ہوتا نظر نہیں آتا ہے۔

پٹنہ ۲۹ اپریل کی خبر ہے کہ راجہ انیکاسے

اُس کی رعیت بگڑنے لگی تھی۔ ایک آدمی کی موت اور دو کے زخمی ہونے سے رعیت کے معاملات سدھر گئے۔

ڈیڈ لیٹر آفس لاہور میں پوسٹ آفس کی جدید شرح کے موافق ۱½ لاکھ کارڈ ایسے جلائے گئے جن پر دو پیسہ کا ٹکٹ نہ تھا۔

ضلع لودھیانہ میں ۱۲ اشخاص جن میں اکالی اور ہندو دونوں ہیں ٹھیکہ شراب کا بائیکاٹ کرنے کے جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں۔

بھیلوں کی بے چینی کے سلسلہ میں افسوسناک خبر ہے کہ حکام سروہی راج نے سروہی میں بھیلوں کے سو گھر جلا دیے۔ غضب کیا۔

قصبہ جھیل بند آسام میں ایک برہمن ۱۵ ہندو خواتین کو برہم پتر پر سنان کے لئے لے جا رہا تھا راستہ میں اُن پر بھینسوں نے حملہ کیا برہمن نے لاٹھی سے اُن بھینسوں کا مقابلہ کیا۔ اُس کا پیٹ بھینسوں نے پھاڑ ڈالا۔ برہمن مر گیا اور عورتیں بچ گئیں۔

حکومت پنجاب کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ان خود غرض اشخاص نے جو سکھوں کی جماعت میں حکومت کی طرف سے عدم اعتماد پھیلانا چاہتے ہیں۔ یہ افواہ مشہور کی ہے کہ حکومت دربار صاحب امرتسر کو اُن سکھوں سے چھین کر جو اب اس پر قابض ہیں۔ کسی اور جماعت کے حوالہ کرنا چاہتی ہے۔ اس افواہ میں ذرا بھی صداقت نہیں۔

دو دن کی بحث کے بعد بمبئی میونسپلٹی کے نئے ووٹروں کی فہرست اس بنا پر تیار کی جائے گی کہ دس روپیہ کرایہ مکان دینے والے کو ووٹ کا حق حاصل ہوگا۔ میونسپل بل میں بھی یہ تجویز کیا گیا ہے۔ کچھ ممبروں نے اس کی سخت مخالفت کی کہ کئی ایسے لوگوں کو بھی ووٹ کا حق ملجائیگا جنہیں اس کا استعمال کرنا نہیں آتا۔

چاٹگام کے سب ڈویژن کوکس بازار میں ایک طوفان سے اتوار کی رات کو بہت نقصان ہوا بہت سے مکانات اُڑ گئے اور جہازوں کو بھی صدمہ پہنچا اور رنگون کے ڈاک کے سٹیمر نے سو سے زیادہ آدمی جو مختلف کشتیوں میں خطرہ میں تھے بچائے۔

گزٹ آف انڈیا کی ایک غیر معمولی اشاعت میں حکم دیا گیا ہے کہ بادشاہ سلامت کے اول چچا زاد بھائی لارڈ لیوپلڈ مونٹ مان کے انتقال کی وجہ سے ۲۴ اپریل سے دو ہفتہ عدالتی ماتم منایا جائے۔ جو لیڈیاں وائسرائیگل کورٹ میں جاتی ہیں انہیں اس تمام عرصہ ماتم میں سیاہ پوشاک پہننا اور افسران کو اپنی وردی کے ساتھ بائیں بازو پر ایک سیاہ بلہ پہننا چاہیئے۔

یورپ

جنوا کانفرنس

روس کا کلیۃً تسلی بخش رویہ۔ لنڈن ۲۵ اپریل۔ فرانسیسیوں کے اس بیان کی تائید اور ایک برٹش ذریعہ سے بھی ہوگئی ہے کہ دوپہر کے بعد جب سات ماہر روسی معاملات پر بحث کر رہے تھے تو روسی ڈیلیگیٹوں کا رویہ غیر تسلی بخش تھا۔ ایک روسی قائم مقام نے کہا کہ روس کے جنگی قرضہ کی ادائیگی سو سال پر پھیلا دی جائے اس کے علاوہ جن پرائیویٹ جائدادوں کو روسیوں نے تباہ کر دیا ہے یا قومی بنا لیا ہے۔ اُن کی نسبت کہا کہ اُن کا معاوضہ نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ روس میں پرائیویٹ جائداد کا اصول معدوم ہو گیا ہے آج ماہروں کا جلسہ روسیوں کے بغیر ہی ہوا روسیوں کو اب بحث و مباحثہ میں شریک نہیں کیا جائیگا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ روسی محض سودا کر رہے ہیں۔ اس واقعہ اور مسٹر پائنکاری وزیر اعظم فرانس کی تازہ تقریر کے باعث اخبار نویس وہاں گئے۔ جہاں برٹش ڈیلیگیٹ مقیم ہیں۔ برٹش وزرا نے مسٹر پائنکاری سے بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ صورت معاملات کو ناخوشگوار تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اُن کو یقین ہے کہ یہ رکاوٹ پہلی رکاوٹوں کی طرح رفع دفع ہو جائیگی۔

ڈبلن میں عام ہڑتال

لنڈن ۲۵ اپریل۔ کل ڈبلن میں عام ہڑتال کی وجہ سے بالکل خاموشی رہی۔ بیرونی دنیا کیساتھ فری سٹیٹ کا سلسلہ نامہ و پیام بالکل منقطع ہو گیا ریلگاڑیاں۔ ٹریمیں۔ جہاز۔ تار کے دفتر۔ ٹیلیفون کارخانے۔ ہوٹل۔ تھیٹر اور دوکانیں۔ غرضیکہ ہر کام بند رہا۔ کوئی فسادات نہیں ہوئے۔ ممکن ہے کہ ہڑتال ابھی جاری رہے۔ ایک اشتہار اس مطلب کا لگا ہوا پایا گیا کہ آئرلینڈ کے مزدوروں کی جمہور حکومت پھر قائم ہو گئی ہے۔ ہڑتال السٹر کے سوا باقی سارے آئرلینڈ میں تھی۔

بلفاسٹ میں فسادات

لنڈن ۲۴ اپریل۔ ہفتے کے دن بلفاسٹ میں دو آدمی مارے گئے۔ جن میں سے ایک عورت تھی۔ اِن کے علاوہ ۸ زخمی ہوئے۔ جو لوگ گرجے کو جا رہے تھے ان کے درمیان گرجے کے دروازہ پر ایک بم پھٹا۔

پینے لگا۔ کسی دن بوتل سے ڈالتے ہوئے اگر شراب مقدار سے زیادہ گلاس میں گر جاتی تھی تو وہ اُسے بوتل میں پھر نہیں ڈال دیتا تھا۔ بلکہ آپ ہی پی جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ شراب کا پینا بڑھ گیا پہلے ایک بوتل شراب چوبیس دن میں پیتا تھا۔ اب مہینے میں تین ترابیں پینے لگا۔

بے چاری بدنصیب ہری داسی اب تک نہیں سمجھتی تھی۔ کہ اُس کا سب کچھ ناش ہو جائیگا اور اُس کے کیسے بُرے دن آرہے ہیں۔

ہرنیدر کمار اب شراب پیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ تھوڑی شراب پینے سے بھی اُس کا جی نہیں بھرتا تھا۔ اپنی بیٹھک میں جب رات کے وقت سب لوگ اپنے اپنے گھر کو جاتے تھے تو وہ اکیلا بیٹھ کے شراب پیتا تھا۔ اُس کے بعد گھر آکر کھانا کھا کر سو رہتا تھا۔

ایک دن رات بہت گذر گئی لیکن ہرنیدر کمار اپنے گھر نہیں گیا۔ ہری داسی دالان میں چراغ جلا کر اُس کی راہ دیکھتے دیکھتے ایک کتاب پڑھنے لگی۔ اُس وقت بیٹھک سے کسی کے رونے کی آواز اُس کے کان میں پڑی۔ اُس نے فوراً کھڑکی کھول کے دیکھا کہ ہرنیدر کمار نوکر کو گالی دیتا اور مارتا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بڑی حیران ہوئی کیونکہ ہرنیدر تو کبھی کسی کو نہ گالی دیتا تھا نہ مارتا تھا۔ آج اُس کو کیا ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہرنیدر کمار گھر کے اندر آیا۔ اُس کی آنکھیں نشے سے سُرخ تھیں اور پاؤں لڑکھڑاتے تھے۔

اس روز ہرنیدر کمار ایک بڑا مقدمہ ہار گیا تھا۔ اس سبب سے اُس کا دل مایوس اور شکستہ ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس شام کو کوئی کام نہ کر سکا۔ جب لوگ اس کے پاس سے چلے گئے تو اُس نے نوکر کو حکم دیا کہ شراب کی بوتل لے آؤ۔ اس روز وہ معمول سے دگنی شراب پی گیا۔ نشہ خوب چڑھ گیا۔ نشے میں چور ہو کر نوکر کو گالیاں دینے اور مارنے لگا۔ کیونکہ اُس نے تمباکو کی چلم بھرنے میں کچھ دیر کر دی تھی۔ ہری داسی اِن ساری باتوں سے بالکل ناواقف تھی۔ اِس لئے اُس نے نوکر سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ ہرنیدر کمار یہ سُنکر غصے سے بھر گیا۔ اور ہری داسی کی بے عزتی کرنے اور کہنے لگا کہ تیرا باپ مجھکو گھر داماد رکھنا چاہتا تھا۔ اگر میں گھر داماد ہوتا تو تُو آج کیا نہ کرتی۔ یہ کہہ کر اُس نے کھانے کی چیزوں کو لات مار کر اِدھر اُدھر پھینک دیا اور چارپائی پر پڑ کے سو رہا۔

ہری داسی نے اپنے خاوند کے منہ سے کبھی ایسی بے عزتی کی باتیں نہیں سُنی تھیں۔ پس وہ بچھونے پر پڑی پڑی آنسو بہا رہی تھی اور سوچتی تھی کہ شراب نے میرے خاوند کو بگاڑ ڈالا ہے میں کس طرح اُس کی شراب چھڑاؤں۔ یہ سوچتے سوچتے رات گذر گئی اور اسکو بالکل نیند نہ آئی۔

دوسرے دن صبح کے وقت جب ہرنیدر کمار کی نیند ٹوٹی تو وہ دیکھتا کیا ہے کہ ہری داسی اُس کے پلنگ کے پاس کھڑی ہے۔ اُس کو دیکھتے ہی رات کی باتیں اُسے یاد آئیں۔ اس لئے وہ شرم کے مارے ہری داسی سے کچھ بات نہ کر سکا۔ بچھونے سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ باہر گیا اور نوکر کے ہاتھ میں دو روپے دے کر اُس سے کہا کہ دیکھ رات کی باتیں کسی سے نہ کہنا۔

ہرنیدر کمار اس روز بڑا بے چین رہا۔ اُس کے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ میں نے بڑا بُرا کام کیا ہے۔ اب میں کیسے ہری داسی کو اپنا منہ دکھاؤں۔ اُس دن اُس نے کچھ کام کاج نہ کیا۔ اور جو لوگ اُس سے ملنے کے لئے آئے اُن کو رخصت کر کے گھر کے اندر گیا اور ہری داسی کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کے کہنے لگا۔ کہ میں نے بڑا خراب کام کیا ہے۔ مجھکو معاف کر۔ میں جہنم کو جانے کو ہوں مجھکو بچاؤ۔

یہ سُنکر ہری داسی کی آنکھیں بھر آئیں۔ اُس نے ہرنیدر کمار کو اپنے پاس بٹھا کر کہا کہ اب سے شراب پینا ترک کر دو۔ ہرنیدر نے کہا کہ اب میں شراب پینے کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ہری داسی نے کہا پہلے تو شراب نہیں پیتے تھے۔ اور بھلے چنگے رہا کرتے تھے۔ اب کیوں نہیں شراب پینا چھوڑ سکتے۔ ضرور چھوڑ سکو گے۔ شراب چھوڑنی ہوگی اگر یک لخت نہیں چھوڑ سکتے تو آہستہ آہستہ ہی چھوڑ دو۔ ہرنیدر کمار نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ شراب پینا چھوڑ دونگا۔ لیکن ایک دن میں نہیں چھوڑ سکونگا۔ لیکن آہستہ آہستہ چھوڑ دونگا۔ ہری داسی نے کہا کہ وعدہ کرو کہ باہر کبھی شراب نہ پیونگا جس قدر میں اپنے ہاتھ سے تم کو دونگی اُسی قدر پینی ہوگی۔ میں آہستہ آہستہ تمہاری شراب چھڑا دونگی۔

ہرنیدر کمار نے اس بات کو مان لیا۔ اس سے گویا ہری داسی کا سب سے بڑا دُکھ دور ہو گیا اُس نے جھٹ نوکر کو کہا کہ شراب کی بوتل گھر میں لے آؤ۔ اس نے اور اُس نے ہرنیدر کمار کو غسل کرا کے کھانا کھلایا اور کچہری بھیجدیا۔

نور افشاں کو قلمی امداد سے ہرگز فراموش نہ کیجئے۔

اشتہار عام

ڈیر ایڈیٹر صاحب۔ عرض یہ ہے کہ میں نے اس ہندوستان میں جس قدر مذہب تھے تمام کی چھان بین کی۔ کہیں کسی مذہب میں شانتی مجھ کو نہیں ملی۔ اور نہ تسکین ہوئی کہ نجات اور راحت کس مذہب میں ہے۔ میں ایمان اور دھرم سے کہتا ہوں کہ عیسائی مذہب میں تسکین اور راحت و نجات ہے۔ اس لئے میں اشتہار دیتا ہوں کہ میں پادری ڈبلیو صاحب لودیانہ سے بپتسمہ لونگا اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو تو مجھ سے بحث مباحثہ کر لیوے میں تیار ہوں۔ الراقم۔ خاکسار۔

رادھا کرشن وکیل۔ تحصیل بھگواڑہ۔

ریاست کپورتھلہ (دنبالوی)

ہر ایک عیسائی اخبار کو اس اشتہار کی نقل اپنے اخبار میں کرنی لازم ہے۔

ضرورت

آنے والے ماہ جولائی میں فیض آباد دسیلین اے۔ دی گرلس بورڈنگ سکول کے لئے چند استادوں کی ضرورت ہے۔ درخواست کنندگان کو چاہئے کہ اپنی اپنی درخواستیں معہ نقول اسناد پرنسپل سکول کے پاس روانہ فرمائیں۔

ضرورت

ایک مسیحی بے۔ وی کی جو انجیل اور منادی کے کام میں مدد دے سکتا ہو ضرورت ہے

مینیجر سکاچ مشن سکول جلالپور جٹاں

ضلع گجرات سے خط و کتابت کرو

ضرورت

نیوزیلینڈ پرسبٹرین مشن لڑکیوں کے سکول کے لئے ایک مسیحی استاد کی ضرورت ہے۔ جو اردو اور ہندی میں اچھی لیاقت رکھتا ہو۔ درخواست کنندہ کو اپنی درخواست معہ نقول اسناد مس این ریون صاحبہ جگادھری ضلع انبالہ کے نام روانہ کرنی چاہئے۔

این - ریون

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

ضلع گورداسپور

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودھیانہ

۱۸۷۵ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ سکول مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے پہلی اپریل ۱۹۱۷ء سے تین جماعتیں لوئر پرائمری کی ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

حصہ ہائی کے طالب علم برای حصول تعلیم مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

خرچ خوراک لوئر پرائمری فی طالب علم چھ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق خرچ اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز۔ کرسی الماری وغیرہ بھی تیار رہتا ہے۔ علاوہ ازیں جز کشا [illegible] سے [illegible] تک [illegible] مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

مژدہ

مینیجر نور افشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو خریدار ایک نیا خریدار نور افشاں بنا کر اس کا پتہ مینیجر کے دفتر میں بھیج دیوے اور اُن کے نام پر نور افشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرا دیوے تو ایسے خریدار کو ایک ماہ مفت اخبار دیا جائیگا۔

مینیجر نور افشاں

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔